توسل اور واسطہ کے باطل دلائل

اور اگر وہ (منافقین) اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پائیں گے (سورة النساء ٦٤)

آیت اللہ سید ابوالفضل برقعی کی تحریروں سے انتخاب

ادارہ نشر و اشاعت آثارِ امام برقعی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہت بد بختی کی بات ہے کہ لوگ جانتے نہیں کہ ان زیارت ناموں کو گھڑنے والے لوگ قرآن مجید سے نا آشنا تھے۔اور غالبا قرآن سے نادرست نسبت ان لوگوں نے دی ہے۔اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان تمام زیارت ناموں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔جیسا کہ مفاتیح الجنان صفحہ نمبر 321 میں آیاہے زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ کے متعلق :

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ قُلْتَ **وَلَوْ أَنَّـهُمْ إِذْظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَائُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوااللّٰہَ تَوَّاباً رَحِيماً** وَ إِنِّی أَتَيْتُکَ مُسْتَغْفِراً تَائِباً مِنْ ذُ نُوبِی وَ إِنِّی أَتَوَجَّہُ بِکَ إِلَی اللّٰہِ رَبِّی وَرَبِّکَ لِيَغْفِرَ لِی ذُ نُوبِی

اے اللہ! یقیناتونے فرمایاہے کہ "اور اگر (منافق)لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ یقیناًاللہ کو توبہ قبول کرنیو الا اور مہربان پائیں گے اور میں آپ کے حضور استغفاراور گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے آیا ہوں بے شک میں آپ کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوں جو میرا اور آپ کا پروردگار ہے تا کہ وہ میرے گناہ بخش دے۔

ملاحظہ کیجیے !! کس طرح اس زیارت نامہ کے گھڑنے والوں نے قرآنی آیات سے کیسا باطل نتیجہ نکالا ہے ؟؟

حالانکہ قرآن مجید سے جو لوگ آگاہ ہیں ان کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق ہے کہ جو اپنے تنازعہ کے فیصلے اور قضاوت یا حکمیت کے لیے رسول اللہ ص کے حکم سے وہ راضی نہیں تھے ،بلکہ ایک یہودی کے فیصلہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر ترجیح دی تھی۔اور یہ رسول اللہ ص کی اور آپ کی شریعت شان میں ایک اہانت تھی ان منافقین کی طرف سے۔اور یہی دلیل تھی ان کے کفر کی۔جیسا کہ بعد کے آیات میں فرمایا

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سوره النساء65)

سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے سے یہی واضح معلوم ہوتا ہے کہ آیت نمبر 59 سے آیت 65 تک سورہ نساء میں کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کسی تنازعہ کے متعلق اللہ تعالی اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے گردن جھکانا اور صمیم قلب کے ساتھ اس کو قبول کرنا مومن پر واجب ہے۔ اور اللہ تعالی اور رسول اللہ ص کے حکم کو نہ ماننا اور اللہ ورسول کے حکم پر کسی اور کے فیصلے کو ترجیح دینا بے ایمانی کی نشانی ہے، اور یہاں منافقین (جن کے متعلق یہ آیت ہے) اس گناہ کے مرتکب ہوئے تھے (یعنی رسول اللہ کو چھوڑ کر یہودی کے فیصلہ کو ماننا)۔

بنابریں آیت 64 سورہ نساء بلا تردید ان منافقین کے متعلق ہی ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ص کو (آپ کا فیصلہ نہ مان کر) تکلیف پہنچائی تھی اور ان کی یہ ذمہ داری تھی اور ہر اس شخص کی بھی یہ ذمہ داری تھی کہ جس نے رسول اللہ کو آزردہ کیا ہو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ کی دنیوی زندگی میں ہی آپ ص کے پاس حاجر ہو جاتے اور عذر خواہی یا معافی مانگتے۔ اور اس طرح اللہ کا رسول ان کے لیے ان کی گناہ کی تلافی کے لیے اللہ سے درخواست کرتے ۔اس آیت کا تمام مومنین سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ کیا تمام مومنین منافق ہیں (کہ اپنے اس حکم عدولی گناہ کی معافی مانگیں) اور کیا انہوں نے رسول اللہ کو آزردہ کیا تھا (آپ کا فیصلہ نامان کر)۔ کیا تمام مومنین (زمانہ رسالت سے اب تک) نے ایک ساتھ غیر شرعی فیصلہ کے لیے کسی یہودی کے پاس گئے اور اب تلافی کے لیے صاحب شریعت سے اب سب معافی مانگیں؟؟؟

اگر منافقین کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ آپ ص کے پاس جائیں تو آیت کا مطلب آپ سے ملاقات کرنا ہے، اور آپ کے سامنے (محضر میں) حاضر ہونا ہے اور آپ کے سامنے معافی مانگنا ہے۔ چونکہ آیت میں صریح ذکر ہے فرمایا "جاؤک" آپ کے نزدیک آئیں۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ کئی فاصلوں سے، کوچہ وخیابان سے آپ سے گفتگو

کریں(یعنی معافی کی درخواست کریں اور آپ اس کو قبول کریں!!!) بنابریں اس آیت کا مقصد رسول اللہ ص کی دنیوی حیات سے مربوط (جڑاہوا) ہے،اور آپ کی وفات کے بعد سے اس آیت کا کوئی ربط ہی نہیں۔ لیکن لوگ آج آپ ص کے پاس نہیں جاتے بلکہ آپ کی مرقد کی طرف جاتے ہیں اور مرقد غیر از شخص ہے۔ افلایعقلون؟؟!!

کیاتم ان آیات(عبس 8تا10)

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى (8) وَهُوَ يَخْشٰى (9) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَـهّٰى (10)

اور لیکن جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو آپ اس سے بے پروائی کرتے ہیں۔

کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ آج بھی کوئی شخص بر سر قبر رسول حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ اس شخص کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں اور کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہو جائیں (تو آج بھی عَنْهُ تَلَـهّٰى کے مخاطب ہو جائے گا)؟؟

اس میں کوئی تردید نہیں کہ ہر عاقل منصف مزاج شخص اس آیت کو زمانہ حیات پیغمبر سے ہی مربوط سمجھے گا اور اس میں کسی اور موارد کو شامل نہیں سمجھے گا۔ بنابریں آیت 64 سورہ نساء کے متعلق مسلمانوں میں اس کے شان نزول کے متعلق اختلاف نہیں کیسے ہم اس آیت کو ہر زمانے کے ساتھ بغیر کسی دلیل کے تعمیم (عام) کرتے ہیں؟؟

بہر حال جس شخص کو کوئی حاجت ہو یا وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی ذمہ داری یہ نہیں کہ مرقد پیغمبر یا امام کی طرف چلا جائے۔ لیکن دیکھیں کہ کس طرح ان زیارت ناموں کو لکھنے والوں نے آیات قرآنی سے کیسا باطل نتیجہ اخذ کیا ہے!!؟؟

یقیناعیسائیوں کے مذھبی پیشوا کہتے ہیں کہ جو شخص گناہ کرے وہ اپنے پادری کے سامنے اس کے پاس جائے اور گناہ کا اعتراف کرے تا کہ اس کو معاف کرے۔ میری نظر میں بعید نہیں کہ یہود و نصاری، اور مجوسیوں نے اسلام کا (بظاہر) اظہار کر کے اپنے عقائد کو حدیث، زیارت ناموں کی شکل میں مسلمانوں کے درمیان نشر کیا ہو، لیکن نصاری کے اس قول کے بر خلاف، اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ ہر ایک کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور جو چاہے

بغیر کسی واسطہ کے ڈائریکٹ (مستقیما) مانگے اور اس کو پکارے جیسا کہ فرمایا

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ (سورة فصلت 6)

پھراس کی طرف سیدھے چلے جاؤ اور اس سے معافی مانگو

* *

آیت اللہ برقعی اپنی دوسری کتاب میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

جیسا کہ اسلام نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی مسلمان گناہ کا مرتکب ہو جائے تو وہ اللہ تعالی سے مغفرت طلب کرے جس کو ہم "حق اللہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر کسی شخص کا حق ضائع کیا ہے یا کسی شخص کو آزردہ کیا ہے تو اللہ سے مغفرت طلب کرنے کے علاوہ اس مذکورہ شخص سے (اگر وہ قابل دسترس ہو تو اس سے) بھی بخشش مانگیں "اس کو حق الناس" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ النساء آیت 64 ملاحظہ کریں اللہ تعالی نے دو مورد ذکر کیے ہیں۔

حق اللہ کے متعلق فرمایا: **فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ**

اور دوسرے مورد کے متعلق فرمایا: **وَاسْتَغْفَرَ لَـهُمُ الرَّسُوْلُ**

معلوم ہونا چاہیے کہ منافقین نے عملی طور پر کسی دوسرے کے فیصلے قضاوت اور حکمیت کو رسول اللہ ص پر ترجیح دی تھی۔ اور کسی دوسرے کو آپ ص سے عادل تر اور منصف تر سمجھا تھا۔ اور غیر مستقیم آپ ص اور آپ ص کی شریعت کی توہین کی تھی۔ اور آپ ص ان کے اس عمل سے آزردہ تھے۔ لہذا ان منافقین کے لیے یہ لازمی تھا کہ اپنے اس عمل کی تلافی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ کے پاس آجاتے، اور عذر خواہی (استغفار) کرتے۔ اور عذر خواہی کی بہترین حالت یہ تھی کہ صاحب حق (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس جاکر معافی طلب کریں نہ کہ صرف (دور سے)

یہ کہیں کہ ہمیں بخش دے۔ بلکہ آپ سے یہ التجا بھی کریں کہ اللہ تعالی سے ہمارے لیے معافی مانگیں۔
کیونکہ جب صاحب حق خود معاف کریں تو اللہ تعالی جو کہ رووف غفار رحیم ہے قبول کرے گا (مان جائیں گے)، اور معافی طلب کرنے والے شخص کو بھی اطمینان ہو گا اور زیادہ سکون ملے گا۔

اور اللہ نے فرمایا

جَآءُوْكَ

یا

تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ

اور یہ نہیں فرمایا

تعالوا الی قبر الرسول اور نہ یہ فرمایا جاوؤا قبرک

آج اہل خرافات رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں جاتے بلکہ ان کے قبر کے پاس جاتے ہیں (فلا تتجاھل)۔

اس وقت جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے آپ کے نزدیک جانا ممکن تھا کیونکہ آپ زندہ اور لوگوں کے درمیان تھے، لیکن بعد کے زمانہ میں ممکن نہیں کہ کوئی شخص رسول اللہ کے نزدیک جائیں کیونکہ آپ ﷺ اس دنیا سے چلے جا چکے ہیں اور عالم باقی میں ہیں۔ عالم فانی اور اس کی پریشانیوں اور رنج سے بے خبر ہیں۔ (دعائے قرآن)

حاضر کو غائب سے قیاس کرنا اور فوت شدہ کو زندہ سے قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، قطعا صحیح نہیں ہے۔ ہمارا بحث ہی یہی ہے کہ رسول و امام جو کہ حاضر اور حیات دنیوی میں زندہ نہیں ہیں اور بہشت برزخ میں ساکن ہیں اور دنیاوی غم و پریشانیوں سے بے فکر اور بے غم ہیں، کیا ہم ان کو پکار سکتے ہیں؟ یا نہیں؟ میں نے قرآن کی پیروی کرتے ہوئے کہہ چکا ہوں کہ فوت شدگان اور اہل قبور کو ہم زندہ کے برابر نہیں سمجھتے (دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے)!!

برقعی مرحوم حاشیہ پر لکھتے ہیں: حضرت علی المرتضی بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے غیاب (یعنی دنیا میں حاضر نہیں) اور تفاوت (اس دنیا سے چلے گئے ہیں) کے قائل تھے جیسا کہ نہج البلاغہ حکمت نمبر 88 میں آیا ہے۔

كَانَ فِي الاَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ، وَقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا، فَدُونَكُمُ الاْخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ: أَمَّا الاَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللهُ(صلى الله عليه وآله). وَأَمَّا الاَمَانُ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ الْبَاقِي فَالاْسْتِغْفَارُ، قَالَ اللهُ عزّوجلّ: (وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ (مُعَذِّبَهُمْ وهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں روی زمین پر دو چیزیں عذاب سے امان کا باعث تھیں ان میں سے ایک اٹھالی گئی پس دوسری کو مضبوطی سے پکڑلو وہ امان جس سے اٹھالیا گیا رسول خدا تھے لیکن وہ امان کہ جو باقی ہے طلب مغفرت ہے خداوند متعال فرماتاہے: اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے، اور اللہ عذاب کرنے والا نہیں حالانکہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔

اپنی تفسیر میں برقعی مرحوم لکھتے ہیں:

چونکہ منافقین رسول اللہ کے فیصلہ سے راضی نہیں تھے اور اپنے تنازعہ کو آپ ﷺ کے دشمن کے پاس لے گئے، یہ رسول اللہ کی آزاری اور توہین کا باعث تھا۔ اور یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور اور عذرخواہی طلب کریں تاکہ اس توہین کا ازالہ ہوسکے۔ اور آپ ﷺ اللہ سے ان کی مغفرت کے لیے بھی دعا مانگیں۔ اور ان کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ سے اپنے گناہوں کے لیے خود بھی معافی طلب کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اور یہ اس وقت ممکن تھا جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے، اور آپ دنیا سے رخصت نہیں ہوئے تھے، تو یہ اس وقت معافی کے لیے آپ کے پاس حاضر ہونا ان منافقین کی ذمہ داری تھی۔ لیکن تمام مؤمنین کہ جو ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں کہ جو اللہ تعالی اور اس کے درمیان ہے، تو یہ گناہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق نہیں، بلکہ وہ اس کے اور اللہ کے بیچ ہے، اور آیت کے مخاطبین میں وہ مومنین شامل نہیں ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنے ان گناہوں کو جو اس کے اور اللہ کے

درمیان ہے اللہ سے معافی مانگیں یعنی استغفار کریں، اور کسی مخلوق خدا سے رجوع نہ کرے، ہاں اگر کسی مخلوق کا حق پامال کیا ہو، یا کسی شخص کو رنج واذیت پہنچائی ہو تو ایسی صورت میں (اگر وہ بندہ زندہ ہے) تو اس کے پاس جائیں، عذر خواہی کریں، اس سے طلب عفو اور دعا کی التماس کریں۔ پس جو شخص اوپر کی آیت کو دلیل بناتے ہیں کہ جو بھی مومن دنیا میں جس جگہ بھی گناہ کیا ہو تو وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے متوسل ہو جائیں اور ان سے معافی مانگیں یا استغفار کی دعا کریں تو ایسا شخص بہت بڑی غلطی پر ہے۔ کیونکہ اوپر کی آیت مومنین کے متعلق نہیں بلکہ منافقین کے متعلق ہے۔ اور یہ ان کے متعلق ہے کہ جنہوں نے آزار واذیت پہنچائی تھی نیز توہین کی تھی رسول اللہ ﷺ کی، نہ کہ ہر گناہگار یہاں مراد ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالی نے ان منافقین سے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ، بلکہ فرمایا کہ اگر آپ ﷺ کے پاس یہ منافقین آ جائیں، پس آپ ﷺ کے پاس جانے کا حکم نہیں دیا۔ پس تم نے کیسے توحید کی آیت سے شرک کا جواز نکالا؟ اور اللہ اور اپنے درمیان واسطہ کا قائل ہوئے اور ہر جگہ مشرکین کی طرح واسطہ کے قائل بن گئے ہو؟؟۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوٹ: مسلمانوں مومنوں کو چاہیے کہ خود کو منافق بنا کر اور اللہ و رسول کے حکم و قضاوت کو نہ ماننے والوں کی صف میں خود کو شامل کر کے منافقین والی آیت سے استدلال نہیں کرنا چاہیے کہ جعلی زیارت ناموں کی یہ عبارت پڑھنے لگ جائیں

۔اَللّٰھُمَّ إنَّکَ قُلْتَ **وَلَوْ أَنَّـهُمْ إِذْظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَائُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواللّهَ تَوَّاباً رَحِيماً** وَ إنِّي أَتَيْتُکَ مُسْتَغْفِراً تَائِباً مِنْ ذُ نُوبِی وَ إنّی أَتَوَجَّهُ بِکَ إلَی اللهِ رَبِّی وَرَبِّکَ لِيَغْفِرَ لِی ذُ نُوبِی ۔

اے اللہ! یقینا تو نے فرمایا ہے کہ "اور اگر (منافق) لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں پھر وہ (منافقین) اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پائیں گے

اور میں (یعنی آیت کے مطابق ایک منافق) آپ کے حضور استغفار اور گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے آیا ہوں بے شک میں آپ کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوں جو میرا اور آپ کا پروردگار ہے تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے۔

افسوس نادانی میں یہ زیارت پڑھنے والا خود کو منافق ہی کہہ رہا ہوتا ہے!!! یا جو اس آیت سے استدلال کر کے غیر اللہ کو پکار رہا ہوتا ہے دراصل وہ بھی یہ دعوی کر رہا ہے کہ وہ بھی منافق اور اللہ رسول کے حکم و شریعت کا انکار کرنے والا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین